سلسلہ اصلاحی خطبات | ۴۱

حسد

ایک مہلک بیماری ہے

ایک سلگتی آگ ہے

ایک باطنی بیماری ہے

جہنم میں پہنچانے والا ہے

راحت اور سکون کی بربادی کا سبب ہے

کرنا شیطان کا کام ہے

حسد

جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم العالی

میمن اسلامک پبلشرز

فہرست مضامین

ا ...... حسد ایک باطنی بیماری ہے	۶
۲ ...... حسد کی آگ سلگتی رہتی ہے	۷
۳ ...... حسد سے بچنا فرض ہے	۷
۴ ...... حسد کی حقیقت	۸
۵ ...... "رشک" کرنا جائز ہے	۹
۶ ...... حسد کے تین درجات	۱۰
۷ ...... سب سے پہلے حسد کرنے والا	۱۰
۸ ...... حسد کرنے کا لازمی نتیجہ	۱۱
۹ ...... حسد کے دو سبب ہیں	۱۲
۱۰ ...... حسد دنیا و آخرت میں ہلاک کرنے والی ہے	۱۲
۱۱ ...... حاسد حسد کی آگ میں جلتا رہتا ہے	۱۳
۱۲ ...... حسد کا علاج	۱۳
۱۳ ...... تین عالم	۱۴
۱۴ ...... حقیقی راحت کس کو حاصل ہے	۱۵
۱۵ ...... رزق ایک نعمت "کھلانا" دوسری نعمت	۱۷
۱۶ ...... اللہ کی حکمت کے فیصلے	۱۸
۱۷ ...... اردو کی ایک مثل	۱۹
۱۸ ...... اپنی نعمتوں کی طرف نظر کرو۔	۲۰
۱۹ ...... ہمیشہ اپنے سے کم تر کو دیکھو	۲۰

۲۰ ...... حضرت عبداللہ بن مبارک اور راحت ۲۱

۲۱ ...... خواہشات ختم ہونے والی نہیں ۲۲

۲۲ ...... یہ اللہ کی تقسیم ہے ۲۳

۲۳ ...... حسد کا دوسرا علاج ۲۳

۲۴ ...... ایک بزرگ کا واقعہ ۲۵

۲۵ ...... امام ابو حنیفہؒ کا غیبت سے بچنا ۲۵

۲۶ ...... امام ابو حنیفہ کا ایک اور واقعہ ۲۶

۲۷ ...... حقیقی مفلس کون؟ ۲۷

۲۸ ...... جنت کی بشارت ۲۹

۲۹ ...... اس کا فائدہ میرا نقصان ۳۱

۳۰ ...... حسد کا تیسرا علاج ۳۱

۳۱ ...... حسد کی دو قسمیں ۳۲

۳۲ ...... فوراً استغفار کرے ۲۳

۳۳ ...... اس کے حق میں دعا کرے ۳۴

۳۴ ...... حق تلفی کی وضاحت ۳۵

۳۵ ...... زیادہ رشک کرنا بھی اچھا نہیں ۳۶

۳۶ ...... دین کی وجہ سے رشک کرنا اچھا ہے ۳۷

۳۷ ...... دنیا کی وجہ سے رشک پسندیدہ نہیں ۳۸

۳۸ ...... شیخ اور مربی کی ضرورت ۳۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسد ایک مہلک بیماری

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره ونومن به ونتوكل عليه، و نعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا- من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادی له. و اشهدان لا اله الا الله وحده لاشريک له، و اشهدان سيدنا و نبينا ومولانا محمد عبده ورسوله صلى الله تعالى عليه وعلى له و اصحابه و بارک وسلم تسليما كثيرا- امابعد-

عن ابی هريرة رضی الله تعالى عنه ان النبی صلى الله عليه وسلم قال: ایاكم والحسد، فان الحسد یاكل الحسنات كما تاكل النار الحطب، اوقال: العشب-

(ابو داوٗد، کتاب الادب، باب فی الحسد، حدیث نمبر ۴۹۰۳)

"حسد" ایک باطنی بیماری ہے

جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے ظاہری اعمال میں بعض چیزیں فرض و واجب قرار دی ہیں، اور بعض چیزیں گناہ قرار دی ہیں، اسی طریقے سے ہمارے باطنی اعمال میں بہت سے اعمال فرض ہیں، اور بہت سے اعمال گناہ اور حرام ہیں۔ ان سے بچنا اور اجتناب کرنا بھی اتنا ہی ضروری ہے۔ جتنا ظاہر کے کبیرہ گناہوں سے بچنا ضروری ہے۔ ان میں سے بعض کا بیان پچھلے جمعوں میں ہو گیا، آج اسی سلسلے میں باطن کی ایک اور خطرناک بیماری کا ذکر کرنا مقصود ہے وہ بیماری ہے "حسد" اور یہ حدیث جو ابھی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے، اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی بیماری کا ذکر فرمایا ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسد سے بچو. اس لئے کہ یہ حسد انسان کی نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے. جیسے آگ لکڑی کو یا سوکھی گھاس کو کھا جاتی ہے، راوی کو شک ہے کہ آپ نے لکڑی کا لفظ بیان فرمایا تھا۔ یا سوکھی گھاس کا لفظ بیان فرمایا تھا۔ یعنی جس طرح آگ سوکھی لکڑی کو یا سوکھی گھاس کو لگ جائے تو وہ اس کو بھسم کر ڈالتی ہے، ختم کر دیتی ہے، اس طرح اگر کسی شخص میں حسد کی بیماری ہو تو وہ اس کی نیکیوں کو کھا جاتی ہے۔

حسد کی آگ سلگتی رہتی ہے

ایک آگ تو وہ ہوتی ہے جو بہت بڑی ہوتی ہے۔ جو منٹوں میں سب کچھ جلا کر ختم کر دیتی ہے۔ اور ایک آگ وہ ہوتی ہے جو ہلکے ہلکے سلگتی رہتی ہے۔ اگر وہ آگ کسی کو لگائی جائے تو وہ آگ ایک دم سے اس کو جلا کر ختم نہیں کرے گی، بلکہ وہ آہستہ آہستہ سلگتی رہے گی، اور تھوڑا تھوڑا کر کے اس کو کھاتی رہے گی۔ حتیٰ کہ وہ ساری لکڑی ختم ہو کر راکھ بن جائے گی ــــ اسی طرح حسد ایک ایسی بیماری اور ایک ایسی آگ ہے، جو رفتہ رفتہ سلگتی چلی جاتی ہے، اور انسان کی نیکیوں کو فنا کر ڈالتی ہے، اور انسان کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ میری نیکیاں ختم ہو رہی ہیں۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حسد سے بچنے کی تاکید فرمائی۔

حسد سے بچنا فرض ہے

لیکن اگر ہم اپنے معاشرے اور ماحول پر نظر دوڑا کر دیکھیں تو ہمیں نظر آئے گا کہ یہ حسد کی بیماری معاشرے کے اندر چھائی ہوئی ہے، اور بہت کم اللہ کے بندے ایسے ہیں جو اس بیماری سے بچے ہوئے ہیں، اور اس سے پاک ہیں۔ ورنہ کسی نہ کسی درجے میں حسد کا دل میں گزر ہو جاتا ہے، اور اس سے بچنا فرض ہے۔ اس سے بچے بغیر گزارا نہیں، لیکن ہمارا اس طرف دھیان اور خیال بھی نہیں جاتا کہ ہم اس بیماری کے اندر مبتلا ہیں، اس لئے اس سے بچنے کے لئے بہت اہتمام کی ضرورت

ہے۔

پہلے یہ سمجھ لیں حسد کی حقیقت کیا ہے؟۔ اور اس کی قسمیں کون کون سی ہیں؟اور اس کے اسباب کیا ہیں۔ اور اس کا علاج کیا ہے؟ یہ چار باتیں آج کے بیان کا موضوع ہیں، اللہ تعالیٰ اس بیان کو ہمارے دلوں سے اس بیماری کے ختم کرنے کا ذریعہ بنا دیں۔ آمین۔

حسد کی حقیقت

حسد کی حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو دیکھا کہ اس کو کوئی نعمت ملی ہوئی ہے، چاہے وہ نعمت دنیا کی ہو، یا دین کی۔ اس نعمت کو دیکھ کر اس کے دل میں جلن اور کڑھن پیدا ہوئی کہ اس کو یہ نعمت کیوں مل گئی، اور دل میں یہ خواہش ہوئی کہ یہ نعمت اس سے چھن جائے تو اچھا ہے، یہ ہے حسد کی حقیقت۔

مثلاً اللہ تعالیٰ نے کسی بندے کو مال و دولت دیا، یا کسی کو صحت کی دولت کی، یا کسی کو شہرت دی، یا کسی کو عزت دی، یا کسی کو علم دیا، اب دوسرے شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہو رہا ہے کہ یہ نعمت اس کو کیوں ملی؟اس سے یہ نعمت چھن جائے تو بہتر ہے، اور اس کے خلاف کوئی بات آتی ہے تو وہ اس سے خوش ہوتا ہے، اور اگر اس کی ترقی سامنے آتی ہے تو اس سے دل میں رنج اور افسوس ہوتا ہے کہ یہ کیوں آگے بڑھ گیا، اس کا نام حسد ہے،

اب اگر حسد کی اس حقیقت کو سامنے رکھ کر غور کرو گے تو یہ نظر آئے گا کہ حسد کرنے والا در حقیقت اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر اعتراض کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت اس کو کیوں دی؟ مجھے کیوں نہیں دی؟ یہ تو اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر اعتراض کر رہا ہے، قادر مطلق پر اعتراض کر رہا ہے۔ اپنے محسن اور منعم پر اعتراض کر رہا ہے۔ اور ساتھ ساتھ یہ خواہش کر رہا ہے کہ یہ نعمت کسی طرح اس سے چھن جائے۔ اسی وجہ سے اس کی سنگینی اور خطرناکی بہت زیادہ ہے۔

"رشک" کرنا جائز ہے

یہاں یہ بات سمجھ لیں کہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دوسرے شخص کو ایک نعمت حاصل ہوئی، اب اس کے دل میں یہ خواہش ہو رہی ہے کہ مجھے بھی یہ نعمت حاصل ہو جائے تو اچھا ہے، یہ حسد نہیں ہے۔ بلکہ یہ "رشک" ہے، عربی میں اس کو "غبطہ" کہا جاتا ہے، اور بعض مرتبہ عربی زبان میں اس پر بھی "حسد" کا لفظ بول دیا جاتا ہے، لیکن حقیقت میں یہ حسد نہیں۔ مثلاً کسی شخص کا اچھا مکان دیکھ کر دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ جس طرح اس شخص کا مکان آرام دہ اور اچھا بنا ہوا ہے۔ میرا بھی ایسا مکان ہو جائے، یا مثلاً جیسی ملازمت اس کو ملی ہوئی ہے۔ مجھے بھی ایسی ملازمت مل جائے، یا جیسا علم اللہ تعالیٰ نے اس کو دیا ہے، ایسا علم اللہ تعالیٰ مجھے بھی عطا فرما دے، یہ حسد نہیں۔ بلکہ رشک ہے، اس پر کوئی گناہ نہیں، لیکن جب اس کی نعمت کے زائل ہونے کی

خواہش دل میں پیدا ہو کہ اس کی یہ نعمت اس سے چھن جائے تو اچھا ہے۔ یہ حسد ہے۔

حسد کے تین درجات

پھر حسد کے تین درجات ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ دل میں یہ خواہش ہو کہ مجھے بھی ایسی نعمت مل جائے، اب اگر اس کے پاس رہتے ہوئے مل جائے تو بہت اچھا ہے، ورنہ اس سے چھن جائے، اور مجھے مل جائے۔ یہ حسد کا پہلا درجہ ہے، حسد کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ جو نعمت دوسرے کو ملی ہوئی ہے۔ وہ نعمت اس سے چھن جائے، اور مجھے مل جائے۔ اس میں پہلے قدم پر یہ خواہش ہے کہ اس سے وہ چھن جائے، اور دوسرے قدم پر یہ خواہش ہے کہ مجھے مل جائے۔ یہ حسد کا دوسرا درجہ ہے، حسد کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ دل میں یہ خواہش ہو کہ یہ نعمت اس سے کسی طرح چھن جائے، اور اس نعمت کی وجہ سے اس کو جو امتیاز اور جو مقام حاصل ہوا ہے۔ اس سے وہ محروم ہو جائے۔ پھر چاہے وہ نعمت مجھے ملے، یا نہ ملے، یہ حسد کا سب سے رذیل ترین، ذلیل ترین، خبیث ترین درجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

سب سے پہلے حسد کرنے والا

سب سے پہلے حسد کرنے والا ابلیس ہے، جب اللہ تعالیٰ نے

حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرمایا کہ میں اس کو زمین میں خلافت عطا کروں گا۔ اپنا خلیفہ بناؤں گا، اور پھر حضرت آدم علیہ السلام کو یہ مقام عطا فرمایا کہ فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ بس یہ حکم سن کر یہ ابلیس جل گیا کہ ان کو یہ مقام مل گیا۔ اور مجھے نہ ملا۔ اور اس کے نتیجے میں سجدہ کرنے سے انکار کر دیا، لہٰذا سب سے پہلے حسد کرنے والا بھی شیطان ہے، اور سب سے پہلے تکبر کرنے والا بھی شیطان ہے۔

حسد کرنے کا لازمی نتیجہ

اور اس حسد کا ایک لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس سے حسد کیا جا رہا ہے، اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچ جائے، یا اس کو کوئی رنج یا غم پہنچ جائے تو یہ حسد کرنے والا اس کی تکلیف اور اس کے رنج و غم سے خوش ہوتا ہے، اور اگر اس کی ترقی ہو جائے۔ یا اس کو کوئی نعمت مل جائے تو اس سے اس کو رنج ہوتا ہے، اور دوسروں کی تکلیف پر خوشی ہونے کو عربی میں "شماتت" کہتے ہیں، یہ بھی حسد کی ایک قسم ہے، قرآن و حدیث میں کئی مقامات پر اس کی مذمت آئی ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ"

(النساء: ۵۴)

یعنی کیا لوگ دوسروں پر حسد کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت دوسروں کو عطا کر دی۔ اب یہ لوگ اس پر حسد کر رہے ہیں، اور جل

رہے۔

حسد کے دو سبب ہیں

اس حسد کی بیماری کا سبب کیا ہوتا ہے؟ اور یہ بیماری کیوں دل میں پیدا ہوتی ہے؟ اس کے دو سبب ہوتے ہیں۔ اس کا ایک سبب دنیا کے مال و دولت کی محبت ہے، اور منصب کی محبت ہے، اس لئے کہ انسان ہمیشہ یہ چاہتا ہے کہ میرا مرتبہ بلند رہے، میں اونچا رہوں۔ اب اگر دوسرا شخص آگے بڑھتا ہے۔ تو یہ اس کو گرانے کی فکر کرتا ہے ـــــــ اور اس بیماری کا دوسرا سبب "بغض" اور "کینہ" ہے، مثلاً کسی سے دل میں بغض اور کینہ پیدا ہو گیا، اور اس بغض کے نتیجے میں اس کی راحت سے تکلیف ہوتی ہے، اور اس کی خوشی سے رنج ہوتا ہے ـــ جب دل میں یہ دو باتیں ہوں گی تو اس کے نتیجے میں لازماً حسد پیدا ہو گا۔

حسد دنیا و آخرت میں ہلاک کرنے والی ہے

یہ حسد ایسی بری بیماری ہے جو کہ آخرت میں انسان کو ہلاک کرنے والی ہے۔ بلکہ دنیا کے اندر بھی انسان کے لئے مہلک ہے، لہٰذا اس کے ذریعے دنیا کا بھی نقصان، اور آخرت کا بھی نقصان، اس لئے کہ جو شخص دوسرے سے حسد کرے گا، وہ ہمیشہ تکلیف اور گھٹن میں رہے گا۔ اس لئے کہ جب بھی دوسرے کو آگے بڑھتا ہوا دیکھے گا، تو اس کو

دیکھ کر دل میں رنج اور غم اور گھٹن پیدا ہوگی، اور اس گھٹن کے نتیجے میں وہ رفتہ رفتہ وہ اپنی صحت کو بھی خراب کر لے گا۔

حاسد حسد کی آگ میں جلتا رہتا ہے

عربی کا ایک شعر ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ حسد کی مثال آگ جیسی ہے، اور آگ کی خاصیت یہ ہے کہ جب اس کو دوسری چیز کھانے کو ملے، تب تو یہ اس کو کھاتی رہے گی، مثلاً لکڑی کو آگ لگی ہوئی ہے، تو وہ آگ لکڑی کو کھاتی رہے گی۔ لیکن جب لکڑی ختم ہو جائے گی تو پھر آگ کا ایک حصہ خود اس کے دوسرے حصے کو کھانا شروع کر دے گا۔ یہاں تک کہ وہ آگ بھی ختم ہو جائے گی۔۔۔ اسی طرح حسد کی آگ بھی ایسی ہے کہ حسد کرنے والا پہلے تو دوسرے کو خراب کرنے اور دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن جب دوسرے کو نقصان نہیں پہنچا سکتا تو پھر حسد کی آگ میں خود جل جل کر ختم ہو جاتا ہے۔۔۔

حسد کا علاج

اس حسد کی بیماری کا علاج یہ ہے کہ وہ شخص یہ تصور کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں اپنی خاص حکمتوں اور مصلحتوں سے انسانوں کے درمیان اپنی نعمتوں کی تقسیم فرمائی ہے کسی کو کوئی نعمت دے دی، کسی کو کوئی نعمت دے دی، کسی کو صحت کی نعمت دے دی، تو کسی کو مال و

دولت کی نعمت دے دی، کسی کو عزت کی نعمت دے دی، تو کسی کو حسن و جمال کی نعمت دے دی، کسی کو چین و سکون کی نعمت دے دی، اور اس دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں ہے جس کو کوئی نہ کوئی نعمت میسر نہ ہو، اور کسی نہ کسی تکلیف میں مبتلا نہ ہو۔

تین عالم

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں تین عالم پیدا فرمائے ہیں۔ ایک عالم وہ ہے جس میں راحت ہی راحت ہے۔ تکلیف کا گزر نہیں۔ رنج و غم کا نام و نشان نہیں۔ وہ ہے جنت کا عالم، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے وہاں پہنچا دے۔ آمین۔ وہاں تو راحت ہی راحت، اور آرام ہی آرام ہے۔ اور ایک عالم بالکل اس کے مقابل میں ہے۔ جس میں تکلیف ہی تکلیف ہے۔ غم ہی غم ہے۔ صدمہ ہی صدمہ ہے۔ راحت اور خوشی کا وہاں گزر اور نام و نشان نہیں، وہ ہے جہنم کا عالم، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے، آمین۔ تیسرا عالم وہ ہے جو دونوں سے مرکب ہے، جس میں خوشی بھی ہے۔ غم بھی ہے۔ راحت بھی تکلیف بھی ہے۔ وہ ہے یہ عالم دنیا، جس میں ہم اور آپ جی رہے ہیں، اس عالم دنیا کے اندر کوئی انسان ایسا نہیں ملے گا جو یہ کہے کہ مجھے ساری زندگی کبھی کوئی تکلیف پیش نہیں آئی، اور نہ کوئی انسان ایسا ملے گا جس کو کبھی کوئی راحت اور خوشی حاصل نہ ہوئی ہو۔ یہاں پر ہر خوشی کے اندر رنج کا کانٹا بھی لگا ہوا ہے، اور ہر تکلیف کے اندر راحت بھی پوشیدہ ہے، نہ یہاں کی

راحت خالص ہے، اور نہ یہاں کی تکلیف خالص ہے۔

حقیقی راحت کس کو حاصل ہے؟

بہر حال، اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور مصلحت سے سارا عالم پیدا فرمایا، اور پھر اس میں کسی کو کوئی نعمت دے دی، کسی کو کوئی نعمت دے دی، کسی کو مال و دولت کی نعمت دے دی، تو دوسرے کو اس کے مقابلے میں صحت کی نعمت دے دی، اب مال و دولت والا صحت والے پر حسد کر رہا ہے کہ اس کو ایسی اچھی صحت کیوں مل گئی؟ اور جو صحت والا ہے، وہ مال و دولت والے پر حسد کر رہا ہے کہ اس کو اتنا مال و دولت کیوں مل گیا؟ لیکن حقیقت میں یہ تقدیر کے فیصلے ہیں، اور اسی کی حکمت اور مصلحت پر مبنی ہیں، اور کوئی بھی انسان دوسرے کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ کونسا انسان اس دنیا میں زیادہ راحت میں ہے، دیکھنے میں بعض اوقات ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک آدمی کے بہت سارے کارخانے چل رہے ہیں، بنگلے کھڑے ہیں، کاریں ہیں، نوکر چاکر ہیں، اور دنیا بھر کا عیش و عشرت کا سامان میسر ہے، اور دوسری طرف ایک مزدور ہے، جو صبح سے شام تک پتھر ڈھوتا ہے، اور بمشکل اپنے پیٹ بھرنے کا سامان کرتا ہے، اب اگر یہ مزدور اس مال و دولت والے انسان کو دیکھے گا تو یہی سوچے گا کہ اس کو تو دنیا کی بہت بڑی بڑی نعمتیں میسر ہیں، لیکن اگر ساتھ ساتھ ان دونوں کی اندرونی زندگی میں جھانک کر دیکھیں گے تو معلوم

ہوگا کہ جس شخص کی ملیں کھڑی ہیں، جس کے پاس بنگلے اور کاریں ہیں، اور جس کے پاس بے شمار مال و دولت اور عیش و عشرت کا سامان ہے، ان کا یہ حال ہے کہ رات کو جب بستر پر سوتے ہیں تو صاحب بہادر کو اس وقت تک نیند نہیں آتی، جب تک نیند کی گولی نہ کھائیں ــــ اور یہ حال ہے کہ ان کے دسترخوان پر انواع و اقسام کے ایک سے ایک کھانے چنے ہوئے ہیں۔ پھل موجود ہیں۔ لیکن ان کا معدہ اتنا خراب ہے کہ ایک دو لقمے بھی قبول کرنے کو تیار نہیں، اس لئے معدہ میں السر ہے، اور اس کی وجہ سے ڈاکٹر نے منع کر دیا ہے کہ فلاں چیز بھی مت کھاؤ، اور فلاں چیز بھی مت کھاؤ۔ اب ساری نعمتیں ساری غذائیں اس کے لئے بیکار ہیں۔ اب آپ بتائیں کہ وہ شخص زیادہ راحت میں ہے جس کے پاس دنیا کے سارے ساز و سامان تو میسر ہیں لیکن نیند سے محروم ہے، کھانے سے محروم ہے، اور ایک مزدور ہے جو آٹھ گھنٹے کی سخت ڈیوٹی دینے کے بعد ساگ روٹی اور چٹنی روٹی خوب بھوک لگنے کے بعد لذت اور حلاوت کے ساتھ کھاتا ہے، اور جب بستر پر سوتا ہے تو فوراً نیند کی آغوش میں چلا جاتا ہے، اور آٹھ دس گھنٹے تک بھرپور نیند کر کے اٹھتا ہے۔ بتایئے کہ ان دونوں میں سے راحت کے اندر کون ہے؟ حقیقی راحت کس کو حاصل ہے؟ اگر غور سے دیکھو گے تو یہ نظر آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے شخص کو دنیا کے اسباب اور سامان بیشک عطا کئے ہیں۔ لیکن حقیقی راحت اس دوسرے شخص کو عطا فرمائی ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کی حکمت کے فیصلے ہیں۔

"رزق" ایک نعمت، "کھلانا" دوسری نعمت

میرے والد ماجد قدس اللہ سرہ ــــ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، آمین ــــ ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ کھانا کھانے کے بعد یہ جو دعا پڑھی جاتی ہے کہ:

الحمد لله الذی اطعمني هذا و ورزقنه من غير حول مني ولا قوة، غفرله ما تقدم من دنبه
(ترمذی شریف، ابواب الدعوات، باب مایقول اذا فرغ من الطعام، حدیث نمبر ۳۵۲۳)

یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا، اور مجھے یہ رزق بغیر میری کوشش اور طاقت کے عطا فرمایا۔ جو شخص کھانے کے بعد یہ دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔

پھر والد صاحب نے فرمایا کہ اس روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لفظ علیحدہ علیحدہ ذکر فرمائے ہیں۔ ایک "رزقنیه" اور دوسرے "اطعمنی" یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے رزق دیا، اور یہ کھانا کھلایا، اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب دونوں لفظوں کا مطلب ایک ہے، یعنی رزق دیا۔ اور کھانا کھلایا۔ تو پھر دونوں کو علیحدہ علیحدہ کیوں ذکر فرمایا؟ ایک ہی لفظ کا بیان کر دینا کافی تھا؟ پھر خود جواب دیا کہ دونوں باتیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ اس لئے کہ رزق حاصل ہونا ایک مستقل نعمت

ہے، اور کھلانا مستقل دوسری نعمت ہے۔ اس لئے کہ بعض اوقات رزق حاصل ہونے کی نعمت تو حاصل ہوتی ہے کہ گھر میں اعلیٰ درجے کے کھانے پکے ہوئے تیار ہیں، اور ہر طرح کے پھل فروٹ موجود ہیں، لیکن بھوک نہیں لگ رہی ہے۔ معدہ خراب ہے، اور ڈاکٹر نے کھانے سے منع کیا ہوا ہے، اب اس صورت میں "رزقنا" حاصل ہے۔ لیکن "اطعمنا" حاصل نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے رزق دے رکھا ہے۔ لیکن کھانے کی صلاحیت اور ہضم کی قوت نہیں دی ہے ۔۔۔ بہرحال، اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں کہ کسی کو کوئی نعمت عطا فرما دی، اور کسی کو کوئی نعمت عطا فرما دی ۔۔۔

اللہ کی حکمت کے فیصلے

لہٰذا حسد کا علاج یہ ہے کہ حسد کرنے والا یہ سوچے کہ اگر دوسرے شخص کو کوئی بڑی نعمت حاصل ہے، اور اس کی وجہ سے تمہارے دل میں کڑھن پیدا ہو رہی ہے۔ تو کتنی نعمتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دے رکھی ہیں، اور اس شخص کو نہیں دیں۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے بہتر صحت عطا فرمائی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حسن و جمال اس سے زیادہ عطا فرمایا ہو، یا کوئی اور نعمت اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمائی ہو، اور اس کو وہ نعمت میسر نہ ہو، لہٰذا ان نعمتوں کی تقسیم میں اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت ہوتی ہے کہ انسان کو پتہ بھی نہیں چلتا۔ ان باتوں کو سوچنے سے حسد کی بیماری میں کمی آتی ہے۔

اردو کی ایک مثل

یہ جو اردو کے اندر مثل مشہور ہے کہ ''اللہ تعالیٰ گنجے کو ناخن نہ دے'' یہ بڑی حکیمانہ مثل ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے، کہ اگر تمہیں مال و دولت کی نعمت حاصل نہیں ہے، اگر تم کو مل جاتی تو نہ جانے تم اس کی وجہ سے کیا فساد برپا کرتے، اور کس عذاب میں مبتلا ہو جاتے۔ اور اس کی کیسی ناقدری کرتے، اور تمہارا کیا حشر بنتا، اب اگر اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت تمہیں نہیں دی ہے تو کسی مصلحت کی وجہ سے نہیں دی ہے۔ اسی وجہ سے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ''

(النساء: ۳۲)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر جن چیزوں میں فضیلت دے دی ہے۔ تم ان چیزوں کی تمنا مت کرو، کیوں؟ اس لئے کہ تمہیں کیا معلوم کہ اگر تم کو وہ نعمت حاصل ہو گئی تو تم کیا فساد برپا کرو گے، واقعات آپ نے سنے ہوں گے کہ ایک آدمی تمنا کرتا رہا کہ فلاں نعمت مجھے مل جائے، مگر جب وہ نعمت مل گئی تو وہ بجائے مفید ہونے کے اس کے لئے مضر ثابت ہوئی، اس لئے سب سے پہلے یہ سوچنا چاہئے کہ یہ جو دوسرے شخص کو نعمت مل جانے پر دل جل رہا ہے، یہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر اعتراض ہے اور اس کی مصلحت سے بے خبری کا نتیجہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ تمہیں اس سے بھی بڑی کوئی نعمت میسر ہو، جو اس کو حاصل نہیں۔

اپنی نعمتوں کی طرف نظر کرو

اور یہ ساری خرابی اس سے پیدا ہوتی ہے کہ انسان اپنی طرف دیکھنے کے بجائے دوسروں کی طرف دیکھتا ہے۔ خود اپنے کو جو نعمت حاصل ہیں۔ ان کا تو دھیان اور خیال ہی نہیں، اور ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی توفیق نہیں، مگر دوسروں کی نعمتوں کی طرف دیکھ رہا ہے، اسی طرح اپنے عیوب کی طرف تو نظر نہیں۔ مگر دوسرے کے عیوب تلاش کر رہا ہے۔ اگر انسان اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی ہر وقت نازل ہونے والی نعمتوں کا استحضار کرے۔ تو پھر دوسرے پر کبھی حسد نہ کرے تم کیسی بھی حالت میں ہو۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے تمہیں نعمتوں کی ایسی بارش میں رکھا ہے، اور صبح سے شام تک تمہارے اوپر نعمتوں کی بارش برس رہا ہے کہ اگر تم اس کا تصور کرتے رہو تو دوسروں کی نعمت پر کبھی جلن پیدا نہ ہو۔

ہمیشہ اپنے سے کمتر کو دیکھو

آجکل ہمارے معاشرے میں لوگوں کو دوسروں کے معاملات میں تحقیق اور تفتیش کرنے کا بڑا ذوق ہے، مثلاً فلاں آدمی کے پاس پیسے کس طرح آرہے ہیں؟ کہاں سے پیسے آرہے ہیں؟ وہ کیسا مکان بنوا رہا ہے؟ وہ کیسی کار خرید رہا ہے، اس کے حالات کیسے ہیں؟ ایک ایک کا جائزہ لینے کی فکر ہے، اور پھر اس تفتیش اور تحقیق کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی ایسی چیز سامنے آتی ہے جو خوشنما اور دلکش ہے، لیکن اپنے پاس

موجود نہیں، تو پھر اس سے حسد پیدا نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا، اس لئے وہ مقولہ یاد رکھنے کے قابل ہے جو پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ:

"دنیا کے معاملے میں ہمیشہ اپنے سے نیچے والے کو اور اپنے سے کم تر کو دیکھو، اور دین کے معاملے میں ہمیشہ اپنے سے اوپر والے کو دیکھو"

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اور راحت

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک عرصہ دراز تک مالداروں کے محلے میں رہا۔ اور ان کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا رہا۔ تو اس زمانے میں مجھ سے زیادہ رنجیدہ اور غم زدہ کوئی نہیں تھا۔ اس لئے کہ جس کو بھی دیکھتا ہوں تو یہ نظر آتا ہے کہ اس کا کپڑا میرے کپڑے سے عمدہ ہے۔ اس کی سواری میری سواری سے اعلیٰ ہے۔ اس کا مکان میرے مکان سے اعلیٰ ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر وقت اس غم میں مبتلا رہتا تھا کہ اس کو تو یہ نعمتیں حاصل ہیں، مجھے حاصل نہیں، اس لئے مجھ سے زیادہ غم زدہ انسان کوئی نہیں تھا ــــــ لیکن اس کے بعد میں نے اپنی رہائش ایسے لوگوں کے محلے میں اختیار کر لی جو دنیاوی اعتبار سے فقراء اور کم حیثیت کے لوگ تھے، اور ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا شروع کیا، تو اس کے نتیجے میں، میں آرام میں آگیا، اس لئے کہ یہاں معاملہ بالکل برعکس تھا۔ اس لئے کہ جس کو بھی دیکھتا ہوں تو یہ نظر آتا

ہے کہ میرا لباس اس کے لباس سے عمدہ ہے۔ میری سواری اس کی سواری سے اعلیٰ ہے۔ میرا مکان اس کے مکان سے اچھا ہے۔ چنانچہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے قلبی راحت عطا فرما دی۔

خواہشات ختم ہونے والی نہیں

یاد رکھو، کوئی انسان اگر دنیا کے اسباب جمع کرنے میں آگے بڑھتا چلا جائے تو اس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ ع

کار دنیا کسے تمام نہ کرد

دنیا کا معاملہ کبھی پورا نہیں ہوتا

اس دنیا کے اندر جو سب سے زیادہ مالدار انسان ہو۔ اس سے جا کر پوچھ لو کہ کیا تمہیں سب چیزیں حاصل ہو گئیں ہیں؟ اب تو تمہیں کچھ نہیں چاہئے؟ وہ جواب میں یہی کہے گا کہ ابھی تو مجھے اور چاہئے ـــ وہ بھی اس فکر میں نظر آئے گا کہ اس مال میں اور اضافہ ہو جائے ـــ متنبی عربی زبان کا بڑا شاعر ہے، اس نے دنیا کے بارے میں بڑی حکیمانہ بات کہی ہے، وہ یہ ہے کہ :۔

وما قضی احد منھا لبانته

ولا انتھی ارب الا الی ارب

(دیوان متنبی۔ قافیۃ الباء، قال یرثی اخت سیف الدولۃ صفحہ ۴۸)

یعنی اس دنیا سے آج تک کسی کا پیٹ نہیں بھرا، جب کوئی خواہش تم پوری کرو گے تو اس کے بعد فوراً دوسری خواہش پیدا ہو جائے گی، ہر

خواہش ایک نئی خواہش کو جنم دیتی ہے، اور ہر حاجت ایک نئی حاجت کو جنم دیتی ہے۔

یہ اللہ کی تقسیم ہے

کہاں تک حسد کرو گے؟ کہاں تک دوسروں کی نعمتوں پر غم زدہ ہو گے؟ اس لئے کہ یہ بات تو پیش آئے گی کہ کوئی شخص کسی نعمت میں تم سے آگے بڑھا ہوا نظر آئے گا، اور کوئی شخص کسی دوسری چیز میں تم سے آگے بڑھا ہوا نظر آئے گا، لہٰذا سب سے زیادہ اس بات کا تصور کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو اپنی حکمت اور مصلحت سے تقسیم فرمایا ہے، اور اس مصلحت اور حکمت کو تم سمجھ بھی نہیں سکتے ہو۔ اس لئے کہ تم بہت محدود دائرے میں سوچتے ہو۔ تمہاری عقل محدود، تمہارا سوچنے کا دائرہ محدود، اس محدود دائرے میں تم سوچتے ہو، اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ پوری کائنات کو محیط ہے، وہ یہ فیصلے فرماتے ہیں کہ کس کو کیا چیز دینی ہے؟ اور کس کو کیا چیز نہیں دینی ہے؟ بس اس پر غور کرو گے تو اس کے ذریعہ حسد کا مادہ ختم ہو گا، اور حسد کی بیماری میں کمی واقع ہو گی۔

حسد کا دوسرا علاج

اس حسد کی بیماری کا ایک دوسرا موثر علاج ہے، وہ یہ کہ حسد

کرنے والا یہ سوچے کہ میری خواہش تو یہ ہے کہ جس شخص سے میں حسد کر رہا ہوں۔ اس سے وہ نعمت چھن جائے، لیکن معاملہ ہمیشہ اس خواہش کے برعکس ہی ہوتا ہے، چنانچہ جس سے حسد کیا ہے۔ اس شخص کا تو فائدہ ہی فائدہ ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، اور حسد کرنے والے کا نقصان ہی نقصان ہے، دنیا میں اس کا فائدہ یہ ہے کہ جب تم نے دنیا میں اس کو اپنا دشمن بنالیا، تو اصول یہ ہے کہ دشمن کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ میرا دشمن ہمیشہ رنج و غم میں مبتلا رہے، لہٰذا جب تک تم حسد کرو گے، رنج و غم میں مبتلا رہو گے، اور وہ اس بات سے خوش ہوتا رہے گا کہ تم رنج و غم میں مبتلا ہو۔ یہ تو اس کا دنیاوی فائدہ ہے ــــــ اور آخرت کا فائدہ یہ ہے کہ تم اس سے جتنا جتنا حسد کرو گے۔ اتنا ہی اس کے نامہ اعمال کے اندر نیکیوں میں اضافہ ہو گا، اور وہ چونکہ مظلوم ہے، اس لئے آخرت میں اس کے درجات بلند ہونگے، اور حسد کی لازمی خاصیت یہ ہے کہ یہ حسد انسان کو غیبت پر، عیب جوئی پر، چغل خوری۔ اور بے شمار گناہوں پر آمادہ کرتا ہے، اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خود حسد کرنے والے کی نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں منتقل ہو جاتی ہیں اس لئے کہ جب تم اس کی غیبت کرو گے، اور اس کے لئے بد دعا کرو گے تو تمہاری نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں چلی جائیں گی، جس کا مطلب یہ ہے کہ تم جتنا حسد کر رہے ہو، اپنی نیکیوں کے پیکٹ تیار کر کے اس کے پاس بھیج رہے ہو۔ تو اس کا تو فائدہ ہو رہا ہے، اب اگر ساری عمر حسد کرنے والا حسد کرے گا تو وہ اپنی ساری نیکیاں گنوا دے گا، اور اس کے نامہ

اعمال میں ڈال دے گا۔

ایک بزرگ کا واقعہ

ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک صاحب نے آپ سے کہا کہ حضرت فلاں آدمی آپ کو برا بھلا کہہ رہا تھا۔ آپ سن کر خاموش ہو گئے، کچھ جواب نہیں دیا، جب مجلس ختم ہو گئی تو گھر تشریف لے گئے، اور جس نے آپ کی برائی بیان کی تھی، اس کے لئے ایک بہت بڑا تحفہ تیار کر کے اس کے گھر بھیج دیا ـــــ لوگوں نے کہا کہ حضرت وہ تو آپ کو برا بھلا کہہ رہا تھا، اور آپ نے اس کو ہدیہ بھیج دیا؟ ان بزرگ نے فرمایا کہ وہ تو میرا محسن ہے۔ اس لئے کہ اس نے میری برائی بیان کر کے میری نیکیوں میں اضافہ کر دیا ہے۔ اس نے تو مجھ پر احسان کیا ہے۔ اب میں کچھ تو اس کے احسان کا بدلہ دیدوں۔ اس نے تو میری آخرت کی نیکیوں میں اضافہ کیا ہے۔ میں کم از کم دنیا ہی میں اس کو ہدیہ تحفہ دیدوں۔

امام ابو حنیفہؒ کا غیبت سے بچنا

اور یہ بات مشہور ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں کوئی شخص کسی کی غیبت نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے کہ وہ نہ غیبت کرتے تھے، اور نہ غیبت سنتے تھے۔ ان کی مجلس ہمیشہ غیبت سے خالی ہوتی تھی ـــــ ایک دن امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے شاگردوں

کے سامنے غیبت اور حسد کی برائی بیان کی، اور ان کو یہ سمجھانے کے لئے کہ غیبت سے نیکیاں چلی جاتی ہیں فرمانے لگے کہ یہ غیبت ایسی چیز ہے جو غیبت کرنے والے کی نیکیوں کو اس شخص کی طرف منتقل کر دیتی ہے، جس کی غیبت کی گئی ہے، اس لئے میں کبھی غیبت نہیں کرتا، لیکن اگر کبھی میرے دل میں یہ خیال آئے کہ میں غیبت کروں تو اس وقت میں اپنے ماں باپ کی غیبت کروں۔ اس لئے کہ اگر غیبت کے نتیجے میں میری نیکیاں جائیں گی تو ماں باپ کے نامہ اعمال میں جائیں گی، اور گھر کی چیز گھر میں رہے گی، کسی غیر کے پاس نہیں جائیں گی ـــــ

اشارہ اس بات کی طرف کر دیا کہ یہ غیبت اور حسد کرنے والا اپنے دل میں تو دوسرے کی برائی چاہ رہا ہے، لیکن حقیقت میں وہ اس کو دنیا کا بھی فائدہ پہنچا رہا ہے اور آخرت کا فائدہ پہنچا رہا ہے اور اپنا نقصان کر رہا ہے اس لئے یہ غیبت کرنا اور حسد کرنا کتنی احمقانہ حرکت ہے۔

امام ابو حنیفہ کا ایک اور واقعہ

حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ، حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے ہم عصر ہے۔ دونوں ایک ہی زمانے میں گزرے ہیں۔ اور دونوں کے اپنے اپنے حلقہ درس ہوا کرتے تھے، ایک دن حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے

بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ وہ بڑے بخیل آدمی ہیں، اس شخص نے کہا ہم نے تو ان کے بارے میں یہ سنا ہے کہ وہ بڑے سخی آدمی ہیں۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ وہ اتنے بخیل ہیں کہ اپنی نیکی کسی کو دینے کے لئے تیار نہیں، اور دوسروں کی نیکیاں بہت لیتے رہتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ لوگ ان کی بہت غیبت کرتے رہتے ہیں، اور ان کی برائیاں بیان کرتے رہتے ہیں، جس کے نتیجے میں لوگوں کی نیکیاں ان کے نامہ اعمال میں منتقل ہو جاتی ہیں، اور وہ خود نہ تو غیبت کرتے ہیں، اور نہ غیبت سنتے ہیں۔ اس لئے اپنی نیکیاں کسی کو دینے کے لئے تیار نہیں، لہٰذا آخرت کے لحاظ سے ان سے زیادہ بخیل آدمی کوئی نہیں ہے ـــــ

حقیقت یہ ہے کہ جس سے حسد کیا جائے، یا جس سے بغض رکھا جائے، یا جس کی غیبت کی جائے، حقیقت میں حسد کرنے والا اور غیبت کرنے والا اپنی نیکیوں کے پیکٹ بنا بنا کر اس کے پاس بھیج رہا ہے، اور خود خالی ہوتا جا رہا ہے۔

حقیقی مفلس کون؟

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ بتاؤ مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ مفلس وہ ہے جس کے پاس پیسے نہ ہوں، آپؐ نے

فرمایا کہ نہیں یہ حقیقی مفلس نہیں۔ بلکہ حقیقی مفلس وہ ہے کہ جو اپنے نامہ اعمال میں بہت ساری نیکیاں، بہت ساری نمازیں، بہت سارے روزے، بہت ذکر واذکار اور تسبیحات لے کر دنیا سے جائے گا۔ لیکن جب قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے پاس حساب و کتاب کے لئے حاضر ہو گا۔ تو وہاں پر لوگوں کی بھیڑ لگی ہو گی، ایک کہے گا کہ اس نے میرا فلاں حق پامال کیا تھا۔ دوسرا کہے گا کہ اس نے میرا فلاں حق ضائع کیا۔ تیسرا کہے گا کہ اس نے میرا فلاں حق دبایا تھا، اب وہاں کی کرنسی یہ نوٹ تو ہونگے نہیں کہ ان کو دے کر حق پورا کر دیا جائے۔ وہاں کی کرنسی تو نیکیاں ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ حکم فرمائیں گے کہ ان لوگوں کو حقوق کے بدلے میں اس شخص کی نیکیاں دے دی جائیں۔ اب ایک شخص اس کی نمازیں لے کر چلا جائے گا تو دوسرا شخص اس کے روزے لے کر چلا جائے گا، کوئی اس کا ذکر واذکار لے کر چلا جائے گا۔ اس طرح اس کی تمام نیکیاں ختم ہو جائیں گی۔ لیکن لوگوں کے حقوق پورے نہیں ہوں گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جب نیکیاں ختم ہو گئیں تو صاحب حقوق کے گناہ اس کے اعمال نامے میں ڈال کر ان کے حقوق ادا کر دو، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب آیا تھا تو اس وقت اعمال نامہ نیکیوں سے بھرا ہوا تھا، اور جب واپس جا رہا ہے تو نہ صرف یہ کہ خالی ہاتھ ہے، بلکہ گناہوں کا بوجھ اپنے ساتھ لے جا رہا ہے۔ حقیقت میں مفلس یہ ہے۔

بہر حال، حسد کے ذریعہ اس طرح نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں۔

(ترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ۔ باب ماجاء فی شان الحساب، حدیث نمبر ۲۵۳۳)

اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کسی شخص کو آئینے کی طرح ایک دل عطا فرمادے۔ جس میں نہ حسد ہو۔ نہ بغض ہو۔ نہ غیبت ہو۔ نہ کینہ ہو، تو اس صورت میں اگرچہ اس کے نامہ اعمال میں بہت زیادہ نوافل اور بہت زیادہ ذکر واذکار اور تلاوت نہ بھی ہو، لیکن اس کا دل آئینہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس شخص کا درجہ اتنا بلند فرماتے ہیں۔ جس کی کوئی انتہا نہیں۔

جنت کی بشارت

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا کہ ابھی جو شخص مسجد میں اس طرف سے داخل ہوگا، وہ جنتی ہے۔ ہم نے اس طرف کو نگاہ اٹھائی تو تھوڑی دیر میں ایک صاحب مسجد نبوی میں اس طرح داخل ہوئے کہ ان کے چہرے سے وضو کا پانی ٹپک رہا تھا۔ اور بائیں ہاتھ میں جوتے اٹھائے ہوئے تھے۔ ہمیں ان پر بہت رشک آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجلس ختم ہوگئی تو میرے دل میں خیال آیا کہ میں ان کو قریب سے جا کر دیکھوں کہ ان کا کونسا عمل ایسا ہے۔ جس کی بنیاد پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنے اہتمام سے ان کے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے، چنانچہ جب وہ اپنے

گھر جانے لگے تو میں بھی ان کے پیچھے پیچھے ساتھ چلا گیا، اور راستے میں ان سے کہا کہ میں دو تین روز آپ کے گھر میں گزارنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے اجازت دے دی، اور میں ان کے گھر چلا گیا۔ جب رات ہوئی، اور بستر پر لیٹا تو ساری رات میں بستر پر لیٹ کر جاگتا رہا۔ سویا نہیں۔ تاکہ میں یہ دیکھوں کہ رات کے وقت وہ اٹھ کر کیا عمل کرتے ہیں۔ لیکن ساری رات گزر گئی۔ وہ اٹھے ہی نہیں، پڑے سوتے رہے۔ تہجد کی نماز بھی نہیں پڑھی، اور فجر کے وقت اٹھے۔ اس کے بعد میں نے دن بھی ان کے پاس گزارا، تو دیکھا کہ پورے دن میں بھی انہوں نے کوئی خاص عمل نہیں کیا۔ (نہ نوافل۔ نہ ذکر و اذکار، نہ تسبیح، نہ تلاوت) بس جب نماز کا وقت آتا تو مسجد میں جا کر نماز پڑھ لیتے ــ جب دو تین روز میں نے وہاں رہ کر دیکھ لیا کہ یہ تو کوئی خاص عمل ہی نہیں کرتے تو میں نے ان سے عرض کیا کہ اصل میں بات یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے، تو میں آپ کا وہ عمل دیکھنے کے لئے آیا تھا کہ آپ وہ کونسا عمل کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ مقام عطا فرمایا۔ لیکن میں نے دو تین دن آپ کے پاس رہ کر دیکھ لیا کہ آپ کوئی خاص عمل نہیں کرتے۔ صرف فرائض و واجبات ادا کرتے ہیں، اور معمول کے مطابق زندگی گزارتے ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے یہ بشارت دی ہے تو یہ میرے لئے بڑی نعمت ہے۔ ور مجھ سے کوئی عمل تو ہوتا نہیں۔ اور نہ میں نوافل زیادہ پڑھتا ہوں، لیکن ایک بات ہے، وہ یہ کہ کسی شخص سے حسد اور

بغض کا میل کبھی میرے دل میں نہیں آیا، شاید اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بشارت کا مصداق بنادیا ہو، بعض روایات میں آتا ہے کہ یہ صاحب حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ تھے، جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

اس کا فائدہ، میرا نقصان

بہرحال، آپ نے دیکھا کہ ان کے اعمال میں بہت زیادہ نوافل اور ذکر واذکار تو نہیں۔ لیکن دل حسد اور بغض سے پاک ہے، دوسرے سے حسد اور بغض سے اپنے دل کو آئینے کی طرح پاک و صاف رکھا ہوا ہے، تو حسد کا دوسرا علاج یہ ہے کہ آدمی یہ سوچے کہ میں جس شخص سے حسد کر رہا ہوں، اس حسد کے نتیجے میں اس کا تو فائدہ ہے، اور میرا نقصان ہے۔ اس تصور سے اس حسد بیماری میں کمی آتی ہے۔

حسد کا تیسرا علاج

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ حسد کی بنیاد ہے حب دنیا اور حب جاہ، یعنی دنیا کی محبت، اور جاہ کی محبت، اس لئے اس حسد کا تیسرا علاج یہ ہے کہ آدمی اپنے دل سے دنیا اور جاہ کی محبت نکالنے کی فکر کرے، اس لئے کہ تمام بیماریوں کی جڑ دنیا کی محبت ہے، اور اس دنیا کی محبت کو دل سے نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی یہ سوچے کہ یہ دنیا کتنے دن کی ہے، کسی بھی وقت آنکھ بند ہو جائے گی۔ انسان کے لئے نجات کا کوئی راستہ

نہیں ہو گا، دنیا کی لذتیں، دنیا کی نعمتیں، اس کی دولتیں، اس کی شہرت، اس کی عزت، اور اس کی ناپائیداری پر انسان غور کرے، اور یہ سوچے کہ کسی بھی وقت آنکھ بند ہو جائے گی تو سارا قصہ ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد پھر انسان کے لئے نجات کا کوئی راستہ نہیں ہو گا۔ بہرحال، یہ تین چیزیں ہیں، جن کو سوچنے سے اور استحضار کرنے سے اس بیماری میں کمی آتی ہے۔

حسد کی دو قسمیں

ایک بات اور سمجھ لیں، اس کا سمجھنا بھی بہت ضروری ہے۔ وہ یہ کہ حسد کی برائیاں سننے کے بعد بعض اوقات دل میں یہ خیال آتا ہے کہ یہ بیماری تو ایسی ہے جو بعض اوقات غیر اختیاری طور پر پیدا ہو جاتی ہے۔ خاص طور پر اپنے ہم جولیوں اور اپنے ہم عمروں میں اور ہم مرتبہ اور ہم پیشہ لوگوں میں سے کسی کو آگے بڑھتا ہوا اور ترقی کرتا ہوا دیکھا تو دل میں یہ خیال آیا کہ اچھا یہ تو ہم سے آگے بڑھ گیا، اور پھر دل میں اس کی طرف سے غیر اختیاری طور پر کدورت اور میل آگیا، اب نہ تو اس کا قصد کیا تھا، اور نہ ارادہ کیا تھا، اور نہ اپنے اختیار سے یہ خیال دل میں لائے تھے، لیکن دل میں غیر اختیاری طور پر خیال آگیا، اس سے کیسے بچے؟ اس سے بچنے کا کیا طریقہ ہے؟

خوب سمجھ لیں کہ حسد کا ایک درجہ تو یہ ہے کہ آدمی کے دل

میں یہ خیال آئے کہ فلاں شخص کو جو نعمت حاصل ہے۔ اس سے وہ نعمت چھن جائے، لیکن اس خیال کے ساتھ ساتھ حسد کرنے والا اپنے قول اور فعل سے اس کی بدخواہی بھی چاہتا ہے۔ مثلاً مجلس میں بیٹھ کر اس کی برائیاں بیان کر رہا ہے، اور اس کی غیبت کر رہا ہے۔ تاکہ اس نعمت کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں جو وقعت پیدا ہو گئی ہے۔ وہ ختم ہو جائے، یا اس کی کوشش کر رہا ہے کہ اس سے وہ نعمت چھن جائے، یہ حسد تو بالکل حرام ہے۔ اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

لیکن بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ دوسرے کو نعمت حاصل ہونے کی وجہ سے اس کا دل دکھا، اور یہ خیال آیا کہ اس کو یہ نعمت کیوں ملی؟ لیکن وہ شخص اپنے قول سے۔ یا اپنے فعل سے۔ اپنے انداز اور ادا سے اس حسد کو دوسرے پر ظاہر نہیں کرتا، نہ اس کی برائی کرتا ہے، نہ اس کی غیبت کرتا ہے، نہ اس کی بدخواہی کرتا ہے، اور نہ اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ اس سے یہ نعمت چھن جائے۔ بس دل میں ایک دکھ اور کڑھن ہے کہ اس کو یہ نعمت کیوں ملی؟ ـــــ حقیقت میں تو یہ بھی حسد ہے، اور گناہ ہے، لیکن اس کا علاج آسان ہے، اور ذرا سی توجہ سے اس گناہ سے بچ سکتا ہے۔

فوراً استغفار کرے

اس کا علاج یہ ہے کہ جب دل میں یہ کڑھن اور جلن پیدا ہو۔ تو ساتھ ہی دل میں اس بات کا تصور کرے کہ یہ حسد کتنی بری چیز ہے،

اور میرے دل میں یہ جو کڑھن پیدا ہو رہی ہے، یہ بہت بری بات ہے، اور جب اس قسم کا خیال دل میں پیدا ہو، فوراً استغفار کرے، اور یہ سوچے کہ مجھے نفس اور شیطان بہکا رہے ہیں۔ یہ میرے لئے عیب کی بات ہے ـــــ لہٰذا جب حسد کے خیال کے ساتھ ساتھ اس حسد کی برائی بھی دل میں لے آیا تو اس حسد کا گناہ ختم ہو جائے گا۔ انشاء اللہ ـــــ

اس کے حق میں دعا کرے

بزرگوں نے لکھا ہے کہ جب دل میں دوسرے کی نعمت دیکھ کر حسد اور جلن پیدا ہو۔ تو اس کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ تنہائی میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے اس کے حق میں دعا کرے کہ یا اللہ، یہ نعمت جو آپ نے اس کو عطا فرمائی ہے، اور زیادہ عطا فرما ـــــ اور جس وقت وہ یہ دعا کرے گا۔ اس وقت دل پر آرے چلیں گے، اور یہ دعا کرنا دل پر بہت شاق اور گراں گزرے گا، لیکن زبردستی یہ دعا کرے کہ یا اللہ: اس کو اور ترقی عطا فرما، اس کی نعمت میں اور برکت عطا فرما، ـــ اور ساتھ ساتھ اپنے حق میں بھی دعا کرے کہ یا اللہ، میرے دل میں اس کی نعمت کی وجہ سے جو

کڑھن اور جلن پیدا ہو رہی ہے اپنے فضل اور رحمت سے اس کو ختم فرما، ــ خلاصہ یہ ہے کہ یہ تین کام کرے، ایک یہ کہ اپنے دل میں جو کڑھن پیدا ہو رہی ہے، اور اس کی نعمت کے زوال کا جو خیال آرہا ہے۔ اس کو دل سے برا سمجھے، دوسرا یہ ہے کہ اس کے حق میں دعاء خیر کرے، تیسرے اپنے حق میں دعا کرے کہ یا اللہ، میرے دل سے اس کو ختم فرما، ــ ان تین کاموں کے کرنے کے بعد بھی اگر دل میں غیر اختیاری طور پر جو خیال آرہا ہے۔ تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس پر مواخذہ نہیں ہوگا۔ انشاء اللہ۔ لیکن اگر دل میں خیال تو آرہا ہے۔ لیکن اس خیال کو برا نہیں سمجھتا ہے، اور نہ اس کے تدارک کی فکر کرتا ہے، نہ اس کی تلافی کرتا ہے، تو اس صورت میں وہ گناہ سے خالی نہیں ــ

حق تلفی کی وضاحت

یہ مسئلہ میں بار بار بتا چکا ہوں کہ جن گناہوں کا تعلق حقوق اللہ سے ہے، ان گناہوں کا علاج تو آسان ہے کہ انسان توبہ اور استغفار کر لے۔ وہ گناہ معاف ہو جائے گا۔ لیکن جن کوتاہیوں اور گناہوں کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ وہ صرف توبہ کرنے سے معاف نہیں ہوتے، جب تک صاحب حق سے معاف نہ کرایا جائے، اور وہ معاف نہ کرے، یا جب تک اس کا حق ادا نہ کر دیا جائے۔ اس وقت تک معاف نہیں ہوگا ــــ

حسد کا معاملہ یہ ہے کہ اگر آپ اس کو اپنی زبان پر لے آئے،

اور اس حسد کے نتیجے میں آپ نے اس کی غیبت کر لی۔ یا اس کی بدخواہی کے لئے کوئی عملی کوشش کر لی، تو اس صورت میں اس حسد کا تعلق حقوق العباد سے ہو جائے گا، لہٰذا جب تک وہ شخص معاف نہیں کرے گا۔ یہ گناہ معاف نہیں ہو گا ـــــ لیکن اگر حسد دل ہی دل میں رہا، زبان سے کوئی لفظ اس کی برائی اور غیبت کا نہیں نکالا، اور اس کی نعمت کے زائل کرنے کے لئے کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا۔ تو اس صورت میں اس حسد کا تعلق حقوق اللہ سے ہے، لہٰذا یہ گناہ اس شخص سے معافی مانگے بغیر صرف توبہ سے معاف ہو جائے گا۔ لہٰذا جب تک حسد دل ہی دل میں ہے، تو آدمی سوچ لے کہ ابھی معاملہ قابو میں ہے۔ آسانی کے ساتھ اس کا تدارک بھی ہو سکتا ہے، اور معافی بھی آسان ہے، ورنہ اگر یہ آگے بڑھ گیا تو یہ حقوق العباد میں داخل ہو جائے گا۔ پھر اس کی معافی کا کوئی راستہ نہیں رہے گا۔

زیادہ رشک کرنا بھی اچھا نہیں

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ اگر دوسرے کی نعمت کے چھن

جانے کی خواہش دل میں نہ ہو۔ بلکہ صرف یہ خیال ہو کہ یہ نعمت مجھے بھی مل جائے، اگرچہ یہ حسد تو نہیں ہے، بلکہ یہ رشک ہے۔ لیکن اس کا بہت زیادہ استحضار کرنا اور سوچنا بالآخر حسد تک پہنچا دیتا ہے۔ لہٰذا اگر دنیا کے مال و دولت کی وجہ سے کسی پر رشک آگیا تو یہ بھی کوئی اچھی بات نہیں ہے، اس لئے کہ یہی رشک بعض اوقات دل میں مال و دولت کی حرص پیدا کر دیتا ہے، اور بعض اوقات یہ رشک آگے چل کر حسد بن جاتا ہے۔

دین کی وجہ سے رشک کرنا اچھا ہے

لیکن اگر دینداری کی وجہ سے رشک پیدا ہو رہا ہے یہ تو اچھی بات ہے۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"لا حسد الا فی اثنتین، رجل آتاہ اللہ مالا فسلط علی هلكته فی الحق" ورجل آتاہ اللہ الحکمة، فهو يقضی بها و يعلمها"

(صحیح بخاری کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم والحکمة۔ حدیث نمبر ۷۳)

اس حدیث میں حسد سے مراد رشک ہے یعنی حقیقت میں رشک کے قابل صرف دو انسان ہیں، ایک وہ انسان قابل رشک ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے، اور وہ اس مال کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر رہا ہے، اور اس کو اپنے لئے ذخیرہ آخرت بنا رہا ہے۔ یہ شخص قابل رشک ہے۔

دوسرا وہ شخص ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا ہے، اور اس علم کے ذریعہ سے لوگوں کو نفع پہنچا رہا ہے۔ اپنی تقریر اور تحریر سے لوگوں کو دین کی بات پہنچا رہا ہے۔ یہ شخص بھی قابل رشک ہے کہ وہ خود بھی نیک عمل کر رہا ہے۔ اور دوسروں کو نیکی کی ترغیب دے رہا ہے، اور جو لوگ اس کی ترغیب اور تعلیم کے نتیجے میں دین پر عمل پیرا ہوں گے، ان کا ثواب بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا ــــ لہٰذا اگر دین کی وجہ سے کوئی شخص رشک کر رہا ہے کہ فلاں شخص دینداری میں مجھ سے آگے بڑھا ہوا ہے۔ یہ رشک پسندیدہ ہے، اور بڑی اچھی بات ہے۔

دنیا کی وجہ سے رشک پسندیدہ نہیں

لیکن دنیا کے مال و دولت کی وجہ سے دوسرے پر رشک کرنا کہ فلاں کے پاس مال زیادہ ہے۔ فلاں کے پاس دولت زیادہ ہے۔ فلاں کی شہرت زیادہ ہے۔ فلاں کی عزت زیادہ ہے۔ ان دنیاوی چیزوں پر بھی رشک کرنا بھی اچھی بات نہیں۔ اس لئے کہ ان چیزوں میں زیادہ رشک کرنے کے نتیجے میں بالآخر حرص پیدا ہوگی، اور اس کے بعد حسد پیدا ہونے کا بھی اندیشہ ہے۔ اس لئے اس رشک کی بھی زیادہ ہمت افزائی نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ جب کبھی ایسا خیال آئے تو اس وقت آدمی یہ سوچے کہ اگر فلاں نعمت اس کو حاصل ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی بہت سی نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ جو اس کے پاس نہیں ہیں۔ اور جو نعمتیں مجھے نہیں ملیں تو میری بھلائی اور مصلحت بھی اس میں ہے کہ مجھے وہ نعمت نہ ملے،

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مصلحت کی وجہ سے مجھے وہ نعمت نہیں عطا فرمائی، اگر وہ نعمت مجھے حاصل ہو جاتی تو خدا جانے کس مصیبت کے اندر مبتلا ہو جاتا، بہرحال، ان باتوں کو سوچے، اور اس رشک کے خیال کو بھی اپنے دل سے نکالنے کی کوشش کرے ۔۔ یہ چند باتیں حسد کے بارے مین عرض کر دیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کی حقیقت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

شیخ اور مربی کی ضرورت

لیکن جیسا کہ میں بار بار عرض کرتا رہتا ہوں کہ باطن کی جتنی بیماریاں ہیں، باطن کے جتنے برے اخلاق اور گناہ ہیں۔ ان سے بچنے کا اصل علاج یہ ہے کہ کسی معالج سے رجوع کیا جائے۔ اگر کوئی ڈاکٹر ایک مرتبہ مریض کو اپنے پاس بٹھا کر خوب اچھی طرح سے یہ بتا دے کہ بخار کی حقیقت کیا ہے؟ اس کے اسباب کیا ہوتے ہیں؟ اس کا علاج اور دوائیں کیا کیا ہیں؟ لیکن جب اس کو بخار آئے گا تو کیا وہ شخص ڈاکٹر کے بتائی ہوئی باتوں کو یاد کر کے اس کے مطابق اپنا علاج خود کرنا شروع کر دے گا؟ ظاہر ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا، اس لئے کہ حالات مختلف ہوتے ہیں، اور بعض اوقات دواؤں کو اپنے اوپر منطبق کرنے میں غلطی بھی ہو جاتی ہے، اس لئے کسی ڈاکٹر یا معالج کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہوتی ہے ــــ

اسی طرح یہ باطن کی بیماریاں ہیں۔ مثلاً ریاکاری ہے۔ حسد ہے۔ بغض ہے۔ تکبر ہے۔ آپ نے ان کی حقیقت تو سن لی۔ لیکن جب کوئی شخص ان میں سے کسی بیماری میں مبتلا ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ ایسے معالج کی طرف رجوع کرے جو اپنا علاج کرا چکا ہو، اور دوسروں کا علاج کرنے میں ماہر ہو، اور اس کو بتائے کہ میرے دل میں یہ خیالات اور وساوس پیدا ہوتے ہیں، اس کا کیا حل ہے؟ اور کیا علاج ہے؟ پھر وہ صحیح علاج تجویز کرتا ہے ـــــ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنے آپ کو بیمار سمجھتا ہے۔ مگر حقیقت میں بیمار نہیں ہوتا۔ اور بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنے کو تندرست سمجھتا ہے۔ مگر حقیقت میں وہ بیمار ہوتا ہے، اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اس کے لئے کوئی علاج مفید ہوتا ہے۔ مگر وہ دوسرے علاج میں لگا ہوا ہے ـــــ اس لئے بنیادی بات یہ ہے کہ کسی شیخ سے رجوع کر کے اس کو اپنے حالات بتائے جائیں، اور پھر اس کے بتائے ہوئے علاج کے مطابق عمل کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین